بالغ کے نکاح میں ولایت کا کردار (فقہی مذاہب اور موجودہ قوانین کا تقابلی جائزہ)

Role of Guardianship in the Marriage of Adults (A Comparative Study of Islamic jurisprudence School of thought and Prevailing Laws)

ڈاکٹر محمد ارشد*

ڈاکٹر نسیم محمود**

ڈاکٹر محمد خبیب***

ABSTRACT:

it is a research paper about the study of guardian's role in the marriage of adult person and especially of an adult woman. There are different opinions of the Islamic Jurists in this issue and the implemented laws of Pakistan lead to other dimension to some extent in many issues of the topic in discussion. Four major schools of Islamic jurisprudence have inter schools as well intra school differences in the guardian's role in the marriage of an adult women, whether she can marry without the consent and permission of the guardian or not? Malkies, Shafies and Hanbalies are united on the opinion of compulsion of the guardian's permission for the valid marriage of the adult Muslim women but Imam Abu Hanifa allows it with the condition of equal status of the husband and if she violates this condition then the guardian may file a case in court for the cancellation of such marriage and some jurists say that such marriage is permissible but will not be final without the consent of guardian. Apart from the opinions of Islamic jurists prevailing laws of Pakistan are creating vast space for such couples, which are being proved the major cause of the violation Islamic laws. All these points have been discussed in detail in this research paper.

Keywords: Marriage, Guardian, Adult Person, Juristic Schools, Prevailing Laws.

دین اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اس نے تمام شعبہ ہائے زندگی میں انسان کی راہنمائی کیلئے بنیادی اصول عطا کیے ہیں۔ اس راہنمائی کی بنیاد وحی الٰہی ہے۔ اس لیے یہ اصول ہر شک و شبہ سے بالاتر ہیں۔ انہیں اصولوں میں سے ایک اہم اصول یہ ہے کہ اس نے انسان کو ایسے احکام دیئے ہیں جن پر عمل کرتے ہوئے وہ اپنے دین، جان، عزت، مال اور عقل کا تحفظ کر سکتا ہے۔

اسلام نے انسان کی جان و مال کی حفاظت کا اس قدر اہتمام کیا ہے کہ ایسے افراد جو اپنے بچپن یا کم عقلی کے سبب اپنی جان و مال کی حفاظت نہیں کر سکتے۔ ان کے اولیاء کو ان کی جان و مال کی حفاظت کا ذمہ دار بنایا گیا ہے۔ اولیاء کے سبب کم سن اور پاگل افراد کی پرورش ہوتی ہے۔ یہ پرورش و نگہداشت ان کی جان کے تحفظ کیلئے ناگزیر ہے۔ اس طرح زیر ولایت افراد کے نکاح کے باب میں اولیاء بہتر فیصلہ کر سکتے ہیں۔

*Associate Professor, Institute of Arabic and Islamic Studies, GCWU, Sialkot.
Email: drnasimskt@gmail.com

**Assistant Professor, Institute of Arabic and Islamic Studies, GCWU, Sialkot.

***Assistant Professor, Department of Islamic Studies, the Islamia University, Bahawalpur.

اس سے خاندان کے وقار کے تحفظ کے ساتھ ساتھ نوجوان نسل کو بے راہ روی سے بھی بچایا جا سکتا ہے۔ زیر ولایت افراد کی اولیاء کے ذریعے سرپرستی کو عربی ادب میں ولایت سے تعبیر کیا جاتا ہے اس لیے ولایت کے معنی و مفہوم کو پہلے بیان کیا جائے گا۔

ولایت کا لغوی مفہوم:

ولایت کے حروف اصلیہ و۔ل۔ی۔ ہیں۔ قرآن حکیم میں ہے: مالکم من ولایتھم من شیء[1]۔ تمہیں ان کی وراثت سے بالکل تعلق نہیں ہے۔ امام بخاری، آیت قرآنی ھنالك الولایة لله الحق[2] یہاں سے (معلوم ہوتا ہے کہ) اختیار سچے اللہ کیلئے ہے۔ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: الولایة مصدر الولی[3]۔ ولایت ولی کا مصدر ہے۔ امام بخاری ایک اور مقام پر مزید وضاحت کرتے ہیں۔ ولایت فتحہ کے ساتھ پرورش کرنے اور کسرہ کے ساتھ امارت کے معنیٰ میں ہے[4]۔ امام راغب اصفہانی ولایت کو کسرہ اور فتحہ کے ساتھ پڑھنے کا ذکر کرتے ہیں کہ ولایت کا معنیٰ نصرت اور کسی امر کی ذمہ داری لینے کے ہیں۔ اس کے ساتھ مترادف کا قول بھی نقل کیا ہے[5]۔ اس بحث سے معلوم ہوا کہ ولایت پرورش، امارت، وراثت، اختیار اور کسی امر کی ذمہ داری لینے کے ہیں۔

ولایت کا اصطلاحی مفہوم:

فقہ و قانون میں ولایت کو بطور اصطلاح استعمال کیا جاتا ہے۔ ولایت کی بعض تعریفات حسب ذیل ہیں:

1: سیّد شریف جرجانی ولایت کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں: الولایة فی الشرع تنفیذ القول علی الغیر شاء الغیر او ابی[6]۔

ترجمہ: شریعت میں ولایت سے مراد اپنے قول کو غیر پر نافذ کرنا ہے خواہ وہ چاہے خواہ وہ نہ چاہے۔

2: ڈاکٹر وھبہ زحیلی ولایت کی جامع تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں: الولایة ھی تدبیر الکبیر الراشد شؤون القاصر الشخصیة والمالیة[7]۔ یعنی بالغ عاقل آدمی کا اہمیت نہ رکھنے والے فرد کے شخصی اور مالی معاملات کا انتظام کرنا ولایت کہلاتا ہے۔

3: قانونی ڈکشنری کے مطابق ولایت ولی کے عہدے، فرض یا اختیار کا نام ہے۔ اسی طرح ولی اور بچے کے درمیان قائم تعلق کو بھی ولایت کہتے ہیں۔ اس کے بعد اس کی اصطلاحی تعریف یوں ذکر کی گئی ہے:

A legal arrangement under which one person (a guardian) has the legal right and duty to care for another (the ward) and his or her property.[8]

ترجمہ: ولایت ایک ایسے قانونی انتظام کا نام ہے جس کے تحت ایک شخص (ولی) کو دوسرے شخص (بچے) کی دیکھ بھال یا اس کی جائیداد کا قانونی حق اور ذمہ داری حاصل ہوتی ہے۔

ان تعریفات کو سامنے رکھ کر یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ ایسا عاقل و بالغ آدمی جو نابالغ کی ذات یا اس کی جائیداد یا دونوں کی نگرانی کرنے والے کو ولی اور اس عمل کو ولایت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس مضمون میں ولایت ذات، ولایت اجبار، ولایت استحباب اور ولایت شرکت کی اصطلاحات استعمال ہوں گی۔ لہٰذا ان اقسام کا ذکر بھی ابتداء میں کرنا ضروری ہے تاکہ اس مضمون کے مندرجات کو سمجھنا آسان ہو۔ ولایت کی دو بنیادی اقسام ہیں۔ ولایت ذات اور ولایت مال۔ اس مضمون میں ولایت نکاح کی بحث ہے۔ اس لیے ولایت ذات اور اس کی اقسام کی تفصیل بیان کی جائے گی۔

ولایت ذات: کتب فقہ میں ولایت ذات کی بجائے ولایت نکاح کے الفاظ بھی استعمال ہوتے ہیں[9]۔ڈاکٹر وھبہ زحیلی ولایت ذات کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:ھی الاشراف علی شؤون القاصر الشخصیۃ من صیانۃ وحفظ و تادیب و تعلیم و تطبیب و تزویج و نحو ذلك[10]۔یعنی اہلیت نہ رکھنے والے شخص کے ذاتی معاملات جیسے حفاظت کرنا، آداب سکھانا، علم سکھانا، علاج کروانا، نکاح کروانا اور دیگر امور کی نگرانی کرنا ہے۔ ولایت ذات کی مزید اقسام بھی ہیں۔

i۔ولایت اجبار: امام ابن ہمام اور ملا علی قاری اس کی تعریف یوں کرتے ہیں:

معنیٰ الاجبار ان یباشر العقد فینفذ علیھا شاءت او ابت[11]۔

ترجمہ: اجبار کا معنیٰ یہ ہے کہ ولی عقد کو براہ راست کرے پس وہ زیر ولایت پر نافذ ہو جائے خواہ وہ چاہے خواہ انکار کرے۔

احناف کے نزدیک یہ ولایت صغیر اور صغیرہ خواہ باکرہ ہو یا ثیبہ[12] کیلئے ثابت ہے۔ اسی طرح مجنون[13] مرد اور مجنونہ عورت پر بھی ثابت ہے۔ ولایت اجبار اس اختیار کا نام ہے۔ جس کی رو سے اکثر باپ یا دادا اپنے زیر ولایت افراد کی مرضی کے بغیر اس کا نکاح کر سکتے ہیں۔ یہ رشتے اپنی اولاد سے بے حد محبت و شفقت رکھنے والے ہیں۔ اس سے اولاد کے حق میں غلط فیصلے کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ اس کے ساتھ ساتھ انہیں ازدواجی اور معاشرتی مسائل کا وسیع تجربہ ہوتا ہے۔ مزید براں اولیاء کا لازمی نافذ ہونے والا اختیار عام طور پر نابالغ اور مجنون افراد کے لیے ہوتا ہے۔ اور ایسے افراد اپنے فیصلے اپنی عقل و فہم سے نہیں کر سکتے۔ اس لیے یہ فیصلے ان کے حق میں لازمی ہوتے ہیں۔ ہاں اگر باپ یا دادا اس موقع پر لاپرواہی یا فسق کے سبب سوء اختیار کے مرتکب ہوں اور ان کا نکاح غیر کفو[14] مہر مثل[15] سے کم پر کریں تو اس صورت میں نکاح جائز نہ ہو گا[16]۔ اس سے معلوم ہوا کہ ولایت اجبار کی اصطلاح میں جبر کا معنیٰ پایا جاتا ہے مگر شرعی طور پر اس میں جبر یا ظلم کا مفہوم نہیں ہے۔

ii۔ولایت استحباب: ڈاکٹر وھبہ زحیلی ولایت استحباب کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

ھی حق المولی فی تزویج المولیٰ علیہ بناءً علی اختیارہ و رضاہ[17]۔

ترجمہ: ولی کا مولیٰ علیہ (جس پر ولایت دی گئی ہو) کی رضامندی سے نکاح کرنے کا حق۔

احناف کے نزدیک یہ ولایت استحباب عاقلہ بالغہ[18] کے لیے ثابت ہے۔

iii۔ولایت شرکت: امام محمد شیبانی عاقلہ بالغہ کے لیے ولایت اجبار یا ولایت استحباب کی بجائے ولایت شرکت کے قائل ہیں۔ ان کے ہاں اس کی تعریف یوں ہے:

ینعقد النکاح بعبارتھا و ینفذ باذن الولی و اجازتہ[19]۔

ترجمہ: اس بالغہ عورت کے کلام سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے اور ولی کی اجازت سے نافذ ہوتا ہے۔

گویا بالغہ کے ساتھ ساتھ ولی کی رائے بھی ضروری ہے۔ اسی مناسبت سے اس کو ولایت شرکت کہتے ہیں۔ کیونکہ اس میں دونوں کی رائے کی شراکت ہے۔ ان تعریفات کے بعد بالغ کے نکاح میں ولایت کے کردار کے حوالے سے فقہی مذاہب اور موجودہ قوانین کا تقابلی جائزہ لیا جائے گا۔ نکاح انسانی زندگی کا اہم موڑ ہے نابالغ لڑکا و لڑکی اور مجنون مرد و عورت کے نکاح کے باب میں ولایت کا کردار بڑا واضح ہے اور تمام فقہی

مذاہب کا ولی کے کردار سے متعلق اتفاق رائے ہے۔ بالغ مرد سے متعلق بھی فقہاء کا اتفاق ہے کہ اولیاء کو ان پر ولایت اجبار نہیں ہے۔ عاقلہ بالغہ کے نکاح میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ اس اختلاف کی بنیادی وجہ کتاب و سنت کی نصوص سے استدلال اور ترجیح و تطبیق کا انداز ہے۔ امام ابن رشد اس اختلاف کے حوالے سے اپنا تجزیہ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں: وسبب اختلافھم انه لم تات آیة ولا سنة ھی ظاھرة فی اشتراط الولایة فی النکاح فضلاً عن ان یکون فی ذلك نص بل الایات والسنن التی جرت العادة بالاحتجاج بما عند من یشترطھا ھی کلھا متحملة وکذلك الایات والسنن الی ان یحتج بما من یشترط اسقاطھا ھی ایضاً متحملة فی ذلك[20]۔

ترجمہ: اور ان کے اختلاف کا سبب یہ ہے کہ کوئی آیت اور سنت ولایت نکاح میں شرط ہونے میں ظاہر نہیں ہے۔ چہ جائیکہ وہ اس بارے میں نص ہو بلکہ وہ تمام آیات و سنن جن سے عام طور پر شرط ولایت کے قائلین حجت پکڑتے ہیں وہ تمام مختلف معانی احتمال رکھتے ہیں اور اسی طرح وہ آیات و سنن جن سے ولایت کے شرط نہ ہونے کے قائلین حجت پکڑتے ہیں وہ بھی مختلف معانی کا احتمال رکھتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ آئمہ فقہ میں ولایت نکاح کے حوالے سے اختلاف کی بنیاد یہ ہے کہ اس باب میں آیات واحادیث مختلف معانی اور اطلاقات کا احتمال رکھتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ بالغہ کو ثیبہ کے حکم میں شمار کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک شرط ولایت کی تمام احادیث صغیرہ اور مجنونہ کیساتھ خاص ہیں جو کہ خود تصرف کا اختیار نہیں رکھتیں اور یہ ضابطہ دین کے عمومی قواعد کے مطابق ہے کیونکہ نکاح بیع و شراء کی طرح عقد ہے اور ظاہر ہے عقل مند عورت خرید و فروخت کی طرح نکاح میں بھی آزاد ہوتی ہے۔ دیگر آئمہ صغیرہ، صغیر، مجنونہ، مجنون، باکرہ کے ساتھ ساتھ ثیبہ کے نکاح کے بارے میں شرط ولایت کے دلائل کی بنا پر ولی کی اجازت ضروری قرار دیتے ہیں البتہ ثیبہ کی اجازت بھی ضروری قرار دیتے ہیں۔ اس مضمون میں بالغ افراد کے نکاح کے بارے بحث کی جائے گی۔ عاقل و بالغ مرد کے بارے بھی فقہاء کا اتفاق ہے کہ اس پر اولیاء کو ولایت اجبار حاصل نہیں ہوتی اور وہ خود اپنا نکاح کرنے کا مجاز ہے۔ امام کاسانی اس بات کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

فلایثبت ھذہ الولایة علی البالغ العاقل[21]۔یعنی سو یہ ولایت اجبار عاقل و بالغ مرد پر ثابت نہیں ہوتی ہے۔

اسی طرح امام کاسانی، امام شافعی کے بارے بھی یہی بیان کرتے ہیں کہ لڑکے کے بارے ولایت اجبار کیلئے صغر شرط ہے[22]۔

اس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک بھی بالغ لڑکے پر ولایت اجبار ثابت نہیں ہے۔ عاقلہ بالغہ عورت کے نکاح کے باب میں آئمہ کے مابین اختلاف رائے ہے۔ ایک موقف یہ ہے کہ عاقلہ بالغہ عورت باکرہ ہو تو اس کیلئے ولی کی اجازت ضروری ہے اور ثیبہ ہونے کی صورت میں ولی کے ساتھ اس کی رائے لینا بھی ضروری ہے۔ دوسرا موقف یہ ہے کہ عاقلہ بالغہ عورت خواہ باکرہ ہو یا ثیبہ اپنا نکاح خود کر سکتی ہے اور اس کے لیے ولی کی اجازت ضروری نہیں ہے مگر غیر کفو میں نکاح کرنے پر اولیاء کو تنسیخ نکاح کا حق حاصل ہے۔ یہ حقِ تنسیخ ولی اور عاقلہ بالغہ کے اختیارات کے مابین قدرے توازن پیدا کرتا ہے۔ پہلا موقف آئمہ ثلاثہ کا ہے ان کے نزدیک عاقلہ بالغہ باکرہ کے نکاح میں ولی کے اختیار کے باوجود عورت کو پوچھنا مستحب ہے[23]۔ دوسرا موقف احناف کا ہے ان کے نزدیک عورت کے اختیار نکاح کے باوجود ولی سے اجازت کو مستحب قرار دیتے ہیں[24]۔

اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ توازن فریقین (ولی اور عورت) کی رائے لینے میں ہے۔ دونوں طرف سے رائے لینے کو ضروری قرار

دینے کو ولایت شرکت کہتے ہیں۔ امام محمد شیبانی اسی موقف کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک ولی کی اجازت کے بغیر نکاح موقوف ہوتا ہے۔ امام مرغینانی اور امام کاسانی نے امام محمد کے اس موقف کو بیان کیا ہے[25]۔ مذکورہ بالا توازن کی صورت میں ہمارے معاشرے میں پیدا ہونے والی افراط و تفریط ختم ہو سکتی ہے جہاں ایک طرف اولیاء اپنے مفادات کے حصول کیلئے اپنی بالغ بچیوں کے زبردستی نکاح کرکے ان کی حق تلفی کرتے ہیں اور دوسری طرف بالغ لڑکیاں اپنی پسند کی خود شادیاں کرتی ہیں۔ والدین کی رائے کے برعکس وہ خفیہ اور عدالتی شادیاں کرکے والدین اور خاندان کیلئے ذلت ورسوائی کا سبب بنتی ہیں۔

فقہی مسالک:

احناف: احناف کے نزدیک عاقلہ بالغہ کے نکاح کیلئے ولی کی اجازت شرطِ صحت نکاح نہیں ہے۔ وہ آیات جن سے بالغہ کے خود نکاح کرنے کا ثبوت ملتا ہے جن میں عقدِ نکاح کی نسبت عورت کی طرف کی گئی ہے[26]۔ اسی طرح ولی کیلئے ثیبہ کی صورت میں اختیار کی نفی والی حدیث سے بھی عورت کے خود نکاح کرنے کا ثبوت ملتا ہے[27]۔ احناف کے نزدیک عاقلہ بالغہ عورت کے نکاح کے بارے میں تفصیلات کا ذکر حسب ذیل ہے:

1: ظاہر الروایۃ کے مطابق امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک عاقلہ بالغہ کا نکاح اس کی اپنی مرضی سے ولی کے بغیر منعقد ہو جاتا ہے باکرہ ہو یا ثیبہ جبکہ امام محمد کے نزدیک ولی کے بغیر نکاح اس کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے۔ امام مرغینانی کے الفاظ یہ ہیں:

وينعقد نكاح الحرة العاقلة البالغة برضائها وإن لم يعقد عليها ولي بكرًا كانت أو ثيباً عند أبي حنيفة وأبي يوسف في ظاهر الرواية وعن أبي يوسف أنه لا ينعقد إلا بولي وعند محمد ينعقد موقوفاً[28]

ترجمہ: ظاہر الروایۃ کے مطابق امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک آزاد عقلمند بالغ عورت کا نکاح اس کی رضا سے منعقد ہوتا ہے۔ اگرچہ ولی نے اسکا عقد نکاح نہ کیا ہو خواہ باکرہ ہو یا ثیبہ اور امام ابو یوسف سے ایک روایت میں اس کا نکاح ولی کے بغیر منعقد نہیں ہوتا اور امام محمد کے نزدیک نکاح کی صحت اجازتِ ولی پر موقوف ہوتی ہے۔

اس عبارت سے احناف کے ہاں درج ذیل تین مؤقف سامنے آتے ہیں: ظاہر الروایۃ کے مطابق امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک عاقلہ، بالغہ، باکرہ یا ثیبہ کا نکاح اس کی صرف اپنی مرضی سے منعقد ہو جاتا ہے۔ امام ابو یوسف سے ایک روایت کے مطابق ولی کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ امام محمد کے نزدیک ولی کے بغیر نکاح اس کی اجازت تک موقوف ہوتا ہے۔

امام قدوری ولی کی اجازت کے بغیر نکاح منعقد نہ ہونے کی نسبت صاحبین کی طرف یوں کرتے ہیں:

وقالا لا ينعقد إلا بإذن ولي[29] یعنی اور صاحبین نے کہا ولی کی اجازت کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوتا۔

امام کاسانی، امام ابو یوسف کے متعلق دو روایات میں سے ایک روایت اور امام محمد ولایتِ شرکت کا ذکر یوں کرتے ہیں:

وفي قول محمد وأبي يوسف الآخر الولاية عليها ولاية شركة[30]۔

ترجمہ: اور امام محمد اور امام ابو یوسف کے دوسرے قول کے مطابق اس (عاقلہ بالغہ) پر ولایت شرکت ثابت ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ولایتِ شرکت کے مطابق عاقلہ بالغہ کی رضا کے ساتھ ساتھ ولی کی اجازت بھی ضروری ہے۔

2: عاقلہ بالغہ عورت پر ولایت اجبار ثابت نہیں ہے بلکہ صرف ولایت استحباب ثابت ہے۔ امام کاسانی کے الفاظ یہ ہیں:

فلا تثبت هذه الولاية على البالغ العاقل ولا على العاقلة البالغة [31]۔

ترجمہ: سو یہ ولایت اجبار عاقل وبالغ اور عاقلہ وبالغہ پر ثابت نہیں ہے۔

امام کاسانی ایک اور مقام پر یوں تفصیل بیان کرتے ہیں: وأما ولاية الندب والإستحباب فهي الولاية على الحرة البالغة العاقلة بكرًا كانت أو ثيباً في قول أبي حنيفة وزفر وفي قول أبي يوسف الأول [32]۔

ترجمہ: امام ابو حنیفہ، زفر اور امام ابو یوسف کے پہلے قول کے مطابق ولایت ندب واستحباب آزاد عاقلہ بالغہ پر ثابت ہے خواہ وہ باکرہ ہو یا ثیبہ۔

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ عاقلہ بالغہ عورت کے بارے صرف ولایت استحباب کا ثبوت ہے کہ وہ خود اپنا نکاح کر سکتی ہے مگر اپنے ولی سے مشورہ لینا اور اس کو اعتماد میں لینا بہتر اور مستحب ہے۔ اس بات کی حکمت امام شامی یوں بیان کرتے ہیں:

يستحب للمرأة تفويض أمرها إلى وليها كي لا تنسب إلى الوقاحة [33]۔

ترجمہ: عورت کیلئے اپنا معاملہ اپنے ولی کو تفویض کرنا مستحب ہے تاکہ اس عورت کی طرف بے حیائی کی نسبت نہ کی جاسکے۔

سو عاقلہ بالغہ عورت اپنا نکاح خود کر سکتی ہے مگر اپنے ولی کو اعتماد میں لینا اور مشورہ کرنا عورت کے حق میں بہتر ہے تاکہ اس کی طرف بے حیائی کی نسبت نہ کی جائے۔

3: اگر عاقلہ بالغہ عورت غیر کفو میں نکاح کرے تو اس کے اولیاء کو اعتراض کا حق حاصل ہے اور وہ امام یا قاضی کے ذریعے اس کا نکاح فسخ کرا سکتے ہیں۔ اس کی بنیاد درج ذیل اثر ہے جس کے مطابق ایک آدمی حضرت علیؓ کے پاس آئے کہ میں ایک عورت کا ولی ہوں۔ اس نے میری اجازت کے بغیر نکاح کیا تو حضرت علیؓ نے فرمایا:

تنظر فيما صنعت إذا كانت تزوجت كفوًا أجزنا ذلك لها وإن كانت تزوجت من ليس لها بكفو جعلنا ذلك إليك [34]۔

ترجمہ: تو دیکھ جو اس نے معاملہ کیا۔ اگر اس نے کفو میں نکاح کیا تو ہم اس کو جائز قرار دیں گے اور اگر غیر کفو میں نکاح کیا تو اس معاملے کو تمہارے (ولی کے) سپرد کریں گے۔

اس اثر کی بنیاد پر احناف غیر کفو میں نکاح کرنے پر اولیاء کے فسخِ نکاح کے حق کو تسلیم کرتے ہیں۔ امام محمد، امام طحاوی، امام جصاص، امام سرخسی، امام مرغینانی اور امام کاسانی نے احناف کے اس موقف کو بیان کیا ہے [35]۔

امام محمد کے مطابق حاکمِ وقت غیر کفو میں نکاح کی صورت میں نکاح فسخ کرے گا۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:

إذا تزوجت المرأة غير كفو فرفعها الولي إلى الإمام فرق بينهما هو قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى [36]۔

ترجمہ: جب عورت غیر کفو میں نکاح کرے تو اس کا ولی اس کو حاکم کے پاس لے جائے تو وہ ان کے مابین تفریق کرا دے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اولیاء اپنی زیر ولایت عاقلہ بالغہ خواتین کے غیر کفو میں خود نکاح کرنے پر قاضی یا حاکم کے ذریعے فسخ نکاح کرا

سکتے ہیں۔اس کی وجہ امام سرخسی یوں بیان کرتے ہیں:

لأنها ألحقت العار بالأولیاء[37]۔کیونکہ وہ عورت (غیر کفو میں نکاح کرکے) اولیاء کیلئے شرمندگی کا سبب بنتی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ عاقلہ بالغہ اپنا نکاح خود کرتے وقت اپنے اولیاء کے مرتبے کا خیال رکھے گی اور ان کے ہم پلہ خاندانی آدمی سے نکاح کرے گی۔اس صورت میں اس کے نکاح پر کوئی ولی اعتراض نہیں کر سکتا۔اگر اس نے کم درجے کے آدمی سے نکاح کیا جو اس کے اولیاء کیلئے شرمندگی کا باعث ہو تو ان کو عدالت کے ذریعے فسخ نکاح کا حق حاصل ہے۔

فسخ نکاح کا یہ حق عورت اور اس کے اولیاء کے اختیارات کے مابین قدرے توازن قائم کرتا ہے کہ عورت کو خود نکاح کرنے کا حق بھی متاثر نہیں ہوتا مگر اس کو پابند کر دیا گیا کہ وہ صرف کفو میں نکاح کرے وگرنہ اولیاء کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہوگا۔

4: اگر عاقلہ بالغہ عورت نے کفو میں مہر مثل سے کم پر نکاح کیا تو پھر بھی اولیاء کو اعتراض کا حق حاصل ہے۔امام قدوری کے الفاظ ہیں:

إذا تزوجت المرأة ونقصت من مهر مثلها فللأولياء الإعتراض عليها عند أبي حنيفة حتى يتم لها مهر مثلها أو يفرقها[38]۔

ترجمہ: اور جب عورت نکاح کرے اور مہر مثل سے کمی کر دے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس پر اعتراض کا حق حاصل ہے یہاں تک کہ مہر مثل پورا کر دیا جائے یا ان کے مابین تفریق کرا دی جائے۔

امام کاسانی نے بھی ضابطے کا ذکر کیا ہے اور اس بات کی بھی صراحت کی ہے کہ صاحبین کا یہ موقف نہیں ہے کیونکہ ان کے نزدیک مہر مثل پر نکاح کرنا شرط نہیں ہے[39]۔اس سے معلوم ہوا کہ عاقلہ بالغہ عورت اپنا نکاح خود کر سکتی ہے مگر اس کیلئے حدود و قیود ہیں کہ کفو میں نکاح کرے اور مہر مثل پر نکاح کرے اگر اس عورت نے مہر مثل سے کم مالیت پر نکاح کیا تو پھر اولیاء کو مہر کی تکمیل یا فسخ نکاح کا حق حاصل ہے۔غیر کفو اور مہر مثل سے کم مالیت پر نکاح کی صورت میں اولیاء کو اعتراض کا حق حاصل ہے۔یہ ضوابط عاقلہ بالغہ عورت اور اولیاء کے اختیارات کے مابین توازن پیدا کرنے کا سبب ہیں۔اس بحث سے احناف کے نزدیک درج ذیل امور ثابت ہوئے:

امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے ایک قول کے مطابق عاقلہ بالغہ کا نکاح بغیر ولی منعقد ہو جاتا ہے جبکہ امام محمد اور امام ابو یوسف کے ایک قول کے مطابق ولایت شرکت ثابت ہے۔عاقلہ بالغہ سے رائے لینا بالاتفاق مستحب ہے۔عاقلہ بالغہ عورت، غیر کفو میں نکاح کرے تو امام ابو حنیفہ کے نزد اولیاء کو عدالت کے ذریعہ فسخ نکاح کا حق حاصل ہوتا ہے۔مہر مثل سے کم پر نکاح کرے تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک اولیاء کو اعتراض کا حق حاصل ہے یہاں تک کہ مہر مثل کی تکمیل ہو یا ان کے مابین تفریق کرا دی جائے گی۔

شوافع: شوافع کے نزدیک عاقلہ بالغہ کے نکاح کے بارے ولی کے کردار سے متعلقہ احکام درج ذیل ہیں:

1: باپ اور دادا بطور ولی اپنی چھوٹی اور بڑی کنواری بچی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کر سکتا ہے۔امام شافعی، امام شیرازی اور امام نووی نے اس ضابطے کو صراحت کے ساتھ ذکر کیا ہے[40]۔امام شیرازی کے الفاظ یہ ہیں:

ويجوز للأب والجد تزويج البكر من غير رضاها صغيرة كانت أو كبيرة[41]۔

ترجمہ: اور باپ دادا کیلئے باکرہ کا اس کی رضامندی کے بغیر نکاح کرنا جائز ہے خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی۔

اس سے معلوم ہوا کہ باکرہ لڑکی نابالغ ہو یا بالغ دونوں صورتوں میں باپ اور دادا اس کی رائے بغیر ان کا نکاح کرا سکتے ہیں مگر دیگر اولیاء کیلئے اجازت لینا ضروری ہے۔

2: عاقلہ بالغہ ثیبہ ہو تو کسی ولی کیلئے اس کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ امام شیرازی اور امام نووی نے اس کو بیان کیا ہے[42]۔ امام شیرازی کے الفاظ یہ ہیں: فإن كانت بالغة عاقلة لم يجز لأحد تزويجها إلا بإذنها[43]۔

ترجمہ: سو اگر ثیبہ عاقلہ بالغہ ہو تو کسی کیلئے اس کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح کرنا درست نہیں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ باپ دادا سمیت کسی ولی کیلئے عاقلہ، بالغہ اور ثیبہ کا نکاح اس کی رضامندی کے بغیر جائز نہیں ہے۔

3: عاقلہ بالغہ کا نکاح باپ دادا ولی مجبر ہونے کے سبب اس کی رضامندی کے بغیر کر سکتے ہیں مگر اس سے مشورہ اور اجازت لینا مستحب اور بہتر ہے۔ امام شافعی، امام شیرازی اور امام نووی نے اس کو واضح طور پر بیان کیا ہے[44]۔ امام شافعی کے الفاظ یہ ہیں:

وأحب إليّ إن كانت بالغاً أن يستأمرها[45]۔ اور مجھے محبوب ہے کہ اگر عورت بالغ ہو تو اس سے نکاح کی اجازت لی جائے۔

اس سے معلوم ہوا کہ شوافع کے نزدیک بالغہ کی اجازت کے بغیر نکاح کے جواز کے باوجود اس کی رائے لینے کو مستحب قرار دیا گیا ہے تاکہ اس کے بارے درست فیصلہ کیا جاسکے۔

4: ولی کیلئے صرف کفو میں شادی کرنا جائز ہے۔ امام شیرازی کے الفاظ یہ ہیں:

ولا يجوز للولي أن يزوج المنكوحة من غير كفو إلا برضاها[46]۔

ترجمہ: اور ولی کیلئے منکوحہ کا نکاح غیر کفو میں صرف اس کی رضا سے جائز ہے۔

5: بالغہ باکرہ کا ولی باپ بھی ہو تو وہ اس کے مہر میں کمی یا بغیر مہر نکاح نہیں کر سکتا۔ امام شافعی کے الفاظ یہ ہیں:

وليس أبو الجارية الصغيرة ولد الكبيرة البكر كسيد الأمة في أن يضع من مهرها ولا يزوجها بغير مهر[47]۔

ترجمہ: نابالغہ لڑکی اور بالغہ باکرہ کا باپ لونڈی کے آقا کی طرح اس کے مہر میں کمی یا بغیر مہر نکاح نہیں کر سکتا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ حق مہر لڑکی کا حق ہے۔ جس طرح باپ اس کے مال کو ہبہ نہیں کر سکتا۔ اسی طرح حق مہر میں کمی نہیں کر سکتا۔

اس بحث سے شوافع کے نزدیک درج ذیل امور ثابت ہوئے:

باپ، دادا نابالغہ یا بالغہ باکرہ بیٹی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کر سکتے ہیں۔ عاقلہ بالغہ ثیبہ ہو تو کسی ولی کیلئے اس کی اجازت کے بغیر نکاح جائز نہیں ہے۔ عاقلہ بالغہ سے رائے لینا مستحب ہے۔ ولی صرف کفو میں شادی کرانے کا پابند ہے۔ باکرہ بالغہ کا باپ اس کے مہر میں کمی یا بغیر مہر نکاح نہیں کر سکتا۔

حنابلہ: حنابلہ کے نزدیک عاقلہ بالغہ کے نکاح کے بارے میں ولی کے کردار سے متعلقہ احکام یہ ہیں:

1: صغیرہ اور کبیرہ کا نکاح اس کی رائے کے بغیر کرنا صرف باپ کیلئے جائز ہے کیونکہ اسے ولایت اجبار حاصل ہوتی ہے۔ امام ابن قدامہ کے الفاظ یہ ہیں: ليس لغير الأب إجبار كبيرة ولا تزويج صغيرة جدًا كان أو غيره[48]۔

ترجمہ: باپ کے علاوہ دادا ہو یا کوئی اور ولی کسی کے لیے کبیرہ اور صغیرہ کا نکاح اس کی رائے کے بغیر کرنا جائز نہیں ہے۔

امام ابن قدامہ عاقلہ بالغہ کے بارے امام احمد بن حنبل کی روایات کا ذکر یوں کرتے ہیں:

وأما البكر البالغة العاقلة فعن أحمد روايتان[49]۔ اور عاقلہ بالغہ باکرہ کے بارے میں امام احمد سے دو روایات ہیں۔

پہلی روایت کے مطابق عاقلہ، بالغہ اور باکرہ کے نکاح میں اجبار کا ثبوت ہے اور دوسری میں عدم اجبار کا ذکر ہے[50]۔

2: ثیبہ بالغہ ہو یا نابالغہ کا نکاح ولی اس کی اجازت کے بغیر کرے تو ایسا نکاح باطل ہے۔ امام خرقی کے الفاظ یہ ہیں:

وإذا زوج إبنته الثيب بغير إذنها فالنكاح باطل[51]۔

ترجمہ: اور جب وہ (باپ) اپنی ثیبہ بیٹی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کرے تو ایسا نکاح باطل ہے۔

امام ابن قدامہ ثیبہ کبیرہ کے بارے یوں ذکر کرتے ہیں: فلايجوز للأب ولغيره تزويجها إلا بإذنها في قول عامة أهل العلم[52]۔

اکثر اہل علم کے مطابق باپ اور کسی اور کے لیے ثیبہ کبیرہ کی اجازت کے بغیر نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ثیبہ بالغہ کا نکاح اس کی رائے اور مرضی کے بغیر کرنا جائز نہیں ہے۔

3: ولی کے لیے بالغہ باکرہ سے اجازت لینا بہتر ہے تاکہ شبہات اور اختلاف کا خاتمہ کیا جاسکے۔ امام خرقی کے الفاظ یہ ہیں:

ولو إستاذن البكر البالغة والدها كان حسناً[53]۔ اور اگر بالغہ باکرہ کا والد اس سے اجازت لے تو یہ اچھا ہے۔

امام ابن قدامہ اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: لانعلم خلافاً في إستحباب إستئذانها[54] یعنی ہم اس سے اجازت لینے کے مستحب ہونے میں کسی کے اختلاف کو نہیں جانتے۔ امام ابن قدامہ استحباب اذن کی حکمت یوں بیان کرتے ہیں کہ: لأن فيه تطبيب قلبها وخروجاً من الخلاف[55] کیونکہ اس میں دل کو (شبہات سے) پاک کرنا اور اختلاف دور کرنا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ بالغہ باکرہ سے مشورہ لینا بہتر اور مستحب اس لیے ہے کہ اس سے اولیاء کے بارے غلط شبہات کو دور کیا جاسکتا ہے اور ان کے باہم اختلاف کو ختم کیا جاسکتا ہے۔

4: باپ کیلئے ولی مجبر ہونے کے سبب صغیرہ اور کبیرہ بیٹی کا مہر مثل کے بغیر نکاح کرنا جائز ہے۔ امام ابن قدامہ کے الفاظ یہ ہیں:

إن للأب تزويج إبنته بدون صداق مثلها بكرًا كانت أو ثيباً صغيرة أو كبيرة[56]۔

ترجمہ: باپ کے لیے صغیرہ اور کبیرہ بیٹی کا مہر مثل کے بغیر نکاح کرنا جائز ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ باپ اپنی صغیرہ اور کبیرۃ بیٹی پر اس حد تک ولایتِ اجبار حاصل ہے کہ وہ مہر مثل کے بغیر بھی ان کا نکاح کرسکتا ہے۔

5: ولی کی طرف سے غیر کفو میں نکاح کے بارے امام احمد کے دو اقوال ہیں ایک روایت یہ ہے کہ غیر کفو میں نکاح باطل ہے اور دوسرا یہ ہے کہ نکاح باطل نہیں ہوتا بلکہ اسے خیار حاصل ہوتا ہے۔ امام ابن قدامہ اسے ہی صحیح قرار دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں دوسری اہم بات یہ ہے کہ باپ نے نکاح غیر کفو میں کیا تو دوسرے اولیاء اس فسخ کا اختیار رکھتے ہیں جیسے امام ابن قدامہ کے الفاظ یہ ہیں:

أن يزوج الأب بغير كفء فإن للأخوة الفسخ[57]۔

ترجمہ: یہ کہ باپ غیر کفو میں نکاح کرے تو اس کے بھائیوں کو فسخ کا اختیار حاصل ہے۔

اس بحث سے حنابلہ کے نزدیک دو ج ذیل امور ثابت ہوئے:

باپ کیلئے نابالغہ اور بالغہ کا نکاح اس کی رائے کے بغیر کرنا جائز ہے۔ ثیبہ بالغہ کا نکاح صرف اس کی رائے سے ہو سکتا ہے۔ باکرہ بالغہ سے اجازت لینا بہتر اور مستحب ہے تا کہ شبہات اور اختلافات کا خاتمہ کیا جاسکے۔ غیر کفو میں نکاح باطل نہیں بلکہ عورت کو خیار حاصل ہوتا ہے نیز باپ نکاح کرے تو دوسرے اولیاء کو فسخ کا اختیار حاصل ہے۔ باپ نابالغہ اور بالغہ بیٹی کا مہر مثل کے بغیر نکاح کر سکتا ہے۔

مالکیہ: مالکیہ کے نزدیک عاقلہ بالغہ کے نکاح کے بارے میں ولی کے کردار سے متعلقہ احکام یہ ہیں:

1: بالغہ باکرہ عورت کا نکاح اس کا باپ اس کی اجازت کے بغیر کر سکتا ہے۔ المدونۃ کے الفاظ یوں ہیں:

فللأب أن يزوجها بغير أمرها صغيرة كانت أو كبيرة[58]۔

ترجمہ: سو باپ کے لیے اپنی باکرہ بیٹی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کرنا جائز ہے خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی۔

اسی طرح امام ابن رشد فرماتے ہیں:

فأما البكر البالغ، فقال مالك والشافعي وابن أبي ليلى للأب فقط أن يجبرها على النكاح[59]۔

ترجمہ: امام مالک، امام شافعی اور امام ابن ابی لیلی نے فرمایا کہ صرف باپ باکرہ بالغہ کو نکاح پر مجبور کر سکتا ہے یعنی اس کی رائے کے بغیر اس کا نکاح کرا سکتا ہے۔

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ مالکیہ کے نزدیک باپ بالغہ باکرہ بیٹی کا نکاح اس کی رائے اور مرضی کے بغیر کر سکتا ہے اور اس کو بالغہ باکرہ پر ولایت اجبار حاصل ہوتی ہے۔

2: ولی ثیبہ بالغہ کا نکاح اس کی مرضی کے بغیر نہیں کر سکتا۔ امام ابن رشد کے الفاظ یہ ہیں:

أجمعوا على أن الأب يجبر البكر غير البالغ أنه لا يجبر الثيب البالغ[60]۔

ترجمہ: تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ باپ کو باکرہ غیر بالغہ پر ولایت اجبار حاصل ہے اور ثیبہ بالغہ پر نہیں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ مالکیہ سمیت تمام مکاتب فکر کے مطابق ثیبہ بالغہ کا نکاح اس کی مرضی کے بغیر نہیں کیا جاسکتا۔

3: اولیاء باکرہ کا غیر کفو میں نکاح کریں تو وہ اپنے آپ کو اس سے روک سکتی ہے۔ امام ابن رشد کے الفاظ یہ ہیں: وكذلك إتفقوا على أن للمرأة أن تمنع نفسها من إنكاح من له من الأولياء جبرها إذا لم تكن فيها الكفاءة موجودة كالأب في إبنته البكر[61]۔

ترجمہ: اور اسی طرح اس بات پر اتفاق ہے کہ عورت کیلئے ولی مجبر کے نکاح سے اپنے آپ کو روکنا جائز ہے جبکہ اس میں کفو نہ ہو جیسے باپ اپنی باکرہ بیٹی کا نکاح کرے۔

اس سے معلوم ہوا کہ باپ باکرہ بیٹی کا نکاح صرف کفو میں کرے بصورت دیگر اس باکرہ کو خود کو نکاح سے روکنے کا حق حاصل ہے۔

4: باپ کیلئے اپنی باکرہ بیٹی کا مہر مثل سے کم پر نکاح کرنا جائز ہے۔ امام ابن رشد کے الفاظ یہ ہیں:

وأما مهر المثل فإن مالكاً والشافعي يريان أنه ليس من الكفاءة وإن للأب أن ينكح إبنته بأقل من صداق المثل أعني البكر وإن الثيب الرشيدة إذا رضيت به لم يكن للأولياء مقال[62]۔

ترجمہ: مہر مثل کے بارے میں امام مالک اور امام شافعی کی رائے یہ ہے کہ یہ کفو میں سے نہیں ہے اور باپ کے لیے اپنی باکرہ بیٹی کا مہر مثل سے کم پر نکاح کرنا جائز ہے اور عقلمند ثیبہ جب مہر مثل سے کم پر راضی ہو تو اولیاء کو اعتراض کا حق نہیں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ باپ اپنی باکرہ بیٹی خواہ بالغ ہو یا نابالغ کا نکاح مہر مثل سے کم پر کر سکتا ہے۔ اس بحث سے مالکیہ کے نزدیک یہ امور ثابت ہوئے کہ: بالغہ باکرہ کا نکاح اس کا باپ اس کی اجازت کے بغیر کر سکتا ہے۔ ثیبہ بالغہ کا نکاح اس کی مرضی کے بغیر نہیں کیا جاسکتا۔ باکرہ کا غیر کفو میں نکاح کیا جارہا ہو تو اپنے آپ کو اس سے روک سکتی ہے۔ باپ اپنی باکرہ بیٹی کا مہر مثل سے کم پر نکاح کر سکتا ہے۔

جعفریہ: جعفریہ کے نزدیک عاقلہ بالغہ کے نکاح کے بارے میں ولی کے کردار سے متعلقہ احکام یہ ہیں:

1: اگر عاقلہ باکرہ کا باپ اس کا نکاح کفو میں نہ کرے تو وہ اپنا نکاح خود کر سکتی ہے۔ ابو عبد اللہ باکرہ کے نکاح کے بارے فرماتے ہیں: لا بأس بتزويج الكبر إذا رضيت من غير إذن أبيها[63]۔ باکرہ راضی ہو تو اس کیلئے اپنے باپ کی اجازت کے بغیر نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

امام طوسی اس روایت کا مفہوم ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں کہ: أن يكون محمولاً على أنها إذا كانت بالغاً ولا يزوجها أبوها من كفوء لها ويعضلها ذلك فحينئذٍ يجوز لها العقد على نفسها[64]۔ یعنی یہ روایت اس پر محمول ہے کہ جب وہ بالغ ہو اور اس کا باپ اس کے کفو میں نکاح نہ کرے اور اس سے روکے تو اس وقت اسکا خود نکاح کرنا جائز ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ باپ عاقلہ بالغہ باکرہ بیٹی کا نکاح کفو میں نہ کرے تو پھر اس کو خود اپنا نکاح کرنے کا حق حاصل ہے۔

2: بالغہ ثیبہ اپنا نکاح خود کر سکتی ہے۔ امام طوسی حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام سے درج ذیل روایت یوں بیان کرتے ہیں:

لا بأس أن تزوجالمرأة نفسها إذا كانت ثيباً بغير إذن أبيها إذا كان لا بأس بما صنعت[65]۔

ترجمہ: ثیبہ عورت کیلئے اپنے باپ کی اجازت کے بغیر خود نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ اس نے جو نکاح کیا اس میں کوئی حرج نہ ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر ثیبہ غیر کفو میں نکاح کر کے اولیاء کیلئے ندامت کا باعث بنے تو پھر ایسا کرنا جائز نہیں ہے بصورت دیگر ثیبہ کا خود نکاح کرنا جائز ہے۔

ظاہریہ: فقہ ظاہریہ کے نزدیک عاقلہ بالغہ کے نکاح کے بارے میں ولی کے کردار سے متعلقہ احکام یہ ہیں:

1: باکرہ بالغہ اور ثیبہ کا نکاح ان کے اولیاء صرف ان کی رضامندی سے کر سکتے ہیں۔ امام ابن حزم کے الفاظ یہ ہیں:

فاذا بلغت الكبر والثيب لم تجز للأب ولا لغيره أن يزوجها إلا بإذنها فإن وقع فهو مفسوخ أبدًا[66]۔

ترجمہ: جب باکرہ بالغہ اور ثیبہ ہو تو باپ اور دیگر اولیاء کے لیے اس کے اذن کے بغیر نکاح کرنا جائز نہیں اگر ایسا ہوا تو ہمیشہ نکاح فاسخ ہو گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ باپ اور دیگر اولیاء کے لیے بالغہ باکرہ اور ثیبہ کی رضامندی حاصل کرنا ضروری ہے اور اس کے علاوہ کیئے ہوئے نکاح کا عقد فاسخ شمار ہو گا۔

2: باکرہ عورت کیلئے اپنے نکاح کے جواز کیلئے باپ کی اجازت ضروری ہے۔ امام ابن حزم کے الفاظ ہیں کہ: وأما البكر فلا يجوز لها نكاح إلا بإجتماع إذنها وإذن أبيها[67]۔ اور باکرہ کیلئے اپنے اور اپنے باپ کی اجازت کے اجتماع کے بغیر نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

جبکہ امام ابن حزم، ثیبہ کیلئے خود نکاح کرنے کا جواز بھی بیان کرتے ہیں[68]۔ اس سے معلوم ہوا کہ باکرہ بالغہ کے اولیاء ان کا نکاح ان کی اجازت کے بغیر نہیں کر سکتے اور باکرہ کے لیے باپ کا اذن بھی ضروری ہے۔

اس مضمون میں بالغہ عورت کے نکاح کے بارے بحث کی روشنی میں فقہی مکاتب فکر کی آراء کا خلاصہ یہ ہے:

1: بالغہ ثیبہ کا نکاح آئمہ ثلاثہ کے ہاں اس کی رائے کے بغیر کرنا ولی کے لیے جائز نہیں ہے۔ احناف اور جعفریہ کے نزدیک وہ کفو میں خود نکاح کر سکتی ہے۔

2: بالغہ باکرہ کے نکاح کے حوالے سے فقہاء کی آراء کا خلاصہ یہ ہے:

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اولیا بالغہ باکرہ کی اجازت کے بغیر نکاح کر سکتے ہیں مگر وہ کفو میں نکاح کرنے کے پابند ہیں اور غیر کفو میں نکاح کرنے پر عورت یا دیگر اولیاء کو فسخ کا اختیار ہوتا ہے نیز شوافع کے نزدیک مہر مثل کے بغیر یا اس میں کمی کر کے نکاح نہیں کیا جاسکتا۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک بالغہ باکرہ ولی کے بغیر خود اپنا نکاح کر سکتی ہے مگر کفو اور مہر مثل کے ساتھ نکاح کرنا شرط ہے بصورت دیگر اولیاء کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہوتا ہے جبکہ امام طوسی کے ہاں باپ کفو میں نکاح نہ کرے تو بالغہ خود نکاح کر سکتی ہے۔ امام محمد اور امام ابو یوسف کے ایک قول کے مطابق ولی کو عاقلہ بالغہ باکرہ پر ولایتِ شرکت حاصل ہوتی ہے۔ امام ابن حزم کا بھی یہی موقف ہے کہ لڑکی اور ولی دونوں کی رائے ضروری ہے۔

3: شوافع، مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک ولی کیلئے بالغہ باکرہ سے رائے لینا مستحب ہے تاکہ شبہات اور اختلافات کا خاتمہ ہو سکے اس کے بر عکس احناف کے نزدیک بالغہ باکرہ کے لیے ولی سے رائے لینا مستحب ہے۔

گذشتہ نتائج بحث کو دیکھا جائے تو ہر موقف میں ایک حد تک توازن پایا جاتا ہے جیسے آئمہ ثلاثہ ولی کو بالغہ باکرہ کے نکاح کا اختیار دیتے ہیں مگر ولی کو کفو میں نکاح کا پابند بھی کرتے ہیں نیز عاقلہ بالغہ باکرہ سے رائے لینے کو مستحب قرار دیتے ہیں۔

اسی طرح ظاہر الروایۃ کے مطابق امام ابو حنیفہ بالغہ باکرہ کو ولی کے بغیر خود نکاح کرنے کے قائل ہیں۔ اس صورت میں اس عورت کو کفو اور مہر مثل کے ساتھ نکاح کرنے کا پابند بنایا گیا ہے بصورت دیگر اولیاء کو فسخِ نکاح کا حق حاصل ہے نیز ولی سے رائے لینے کو مستحب قرار دیا گیا ہے اسی طرح امام طوسی کے نزدیک باپ کفو میں نکاح نہ کر رہا ہو تو بالغہ باکرہ اپنا نکاح خود کر سکتی ہے۔ مذکورہ دونوں آراء میں ایک کمی ہے اور وہ یہ کہ ایک فریق کی رائے لازمی اور دوسرے کی مستحب ہے۔

امام محمد اور امام ابو یوسف کے ایک قول کے مطابق ولی کو عاقلہ بالغہ پر ولایتِ شرکت حاصل ہے۔ امام ابن حزم کا بھی یہی موقف ہے کہ دونوں کی رائے ضروری ہے۔ یہ موقف آج کے دور میں سب سے زیادہ متوازن ہے اور اس پر عمل کر کے ولایت کے حوالے سے آج

کے دور میں افراط و تفریط کا خاتمہ کیا جاسکتا ہے۔ فریقین میں سے ایک کی رائے کو لازمی قرار دینے سے ایک طرف بعض اوقات اولیاء عاقلہ بالغہ عورت کی رائے کے بغیر نکاح کر دیتے ہیں۔ اس سے خاندانی جھگڑے اور طلاق جیسے معاشرتی مسائل بھی پیدا ہوتے ہیں اور دوسری طرف بعض اوقات عاقلہ بالغہ باکرہ خواتین اولیاء کی رائے کے بغیر خود نکاح کرتی ہیں جو ان کے والدین اور خاندان کیلئے ذلت و رسوائی کا سبب بنتا ہے اور اس طرح کے نکاح خود ان کے کردار کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا ہونے کا سبب بنتے ہیں۔ اس صورت میں امام محمد، امام ابو یوسف کے ایک قول اور امام ابن حزم کے موقف کو اپنا کر افراط و تفریط سے بچا جاسکتا ہے۔ اس موقف کے مطابق تمام آیات و احادیث پر عمل کیا جاسکتا ہے اور یوں ولی کے حق کو ثابت کرنے والے دلائل اور عاقلہ بالغہ باکرہ و ثیبہ کے اختیار والے دلائل میں کوئی تضاد باقی نہیں رہتا۔

بعض آیات اولیاء کے اختیار کو بیان کرتی ہیں اور بعض عورت کے اختیار کو واضح کرتی ہیں۔ فریقین کی رائے لینے سے دونوں طرح کی آیات پر عمل ممکن ہو سکتا ہے۔ اسی طرح علامہ انور شاہ کشمیری دونوں طرح کی احادیث کے مابین تطبیق کرتے ہیں۔ ان کی تطبیق کا خلاصہ یہ ہے کہ احادیث میں امر نکاح دو طرح سے ذکر ہوا ہے جب رسول اللہ ﷺ نے خواتین کو مخاطب کیا تو ان کو فرمایا کہ ان کے اولیاء کو ان پر حق ہے یہاں تک کہ ان کو یہ خوف لاحق ہوا کہ ان کو اپنے نفسوں کے بارے میں کوئی حق نہیں ہے جیسے فرمایا کہ جس عورت نے اپنے ولی کے بغیر نکاح کیا اس کا نکاح باطل ہے اور جب اولیاء کی طرف متوجہ ہوئے تو فرمایا کہ شوہر دیدہ اپنے نفس کی اپنے ولی کے مقابلے میں زیادہ حقدار ہے جیسے اولیاء کو ان کے معاملات میں کوئی داخل نہیں ہے مگر شارع کا مقصود دونوں طرح کی احادیث کا مجموعہ ہے[69]۔ اس کے بعد علامہ انور شاہ کشمیری ولی اور عورت کی رائے کے بارے یوں فرماتے ہیں:

يرشد الأولياء بطلب رضاهن وتؤمر النساء بشركة الأولياء فلايفتتن النساء على الأولياء ولايطيق الرجال على النساء وليس الأمر أنهما حديثان متعارضان[70]۔

ترجمہ: اولیاء کو ان (خواتین) کی رضا کی طلب کی ہدایت کی گئی ہے اور خواتین کو اولیاء کی شراکت کا حکم دیا گیا ہے۔ خواتین اولیاء کو فتنے میں نہ ڈالیں اور نہ مرد خواتین کے لیے تنگی کا سبب بنیں۔ یہ معاملہ نہیں کہ یہ دو متعارض احادیث ہیں۔

فریقین کی رضا کے بارے میں علامہ انور شاہ کشمیری مزید یوں فرماتے ہیں:

أن المولية مأمورة بتحصيل رضاه كما أنه مأمور بتحصيل رضاها فاذا توافق الرضاء أن تحقق منشؤه[71]۔

ترجمہ: زیر ولایت عورت کو اس (ولی) کی رضا کو حاصل کرنے کا حکم دیا گیا ہے جیسے ولی کو اس کی رضا کو حاصل کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور جب دونوں کی رضا ایک ہو جائے تو شارع کی منشا پوری ہو جائے گی۔

سو اس سے معلوم ہوا کہ کتاب و سنت کے دلائل کے مابین تطبیق صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب ولی اور عورت دونوں کی رائے کو ضروری قرار دیا جائے تاکہ اس سے نہ تو کسی کے حقوق کا استحصال ہو، نہ کسی کا کردار داغ دار ہو اور نہ کسی کے خاندان کی ذلت و رسوائی ہو۔ گویا فریقین کی رضامندی کو ضروری قرار دینے سے آج کے دور میں بہت سے معاشرتی مسائل ختم ہو سکتے ہیں۔

مروجہ قوانین: مروجہ قوانین کے مطابق ہر عاقل بالغ مرد و عورت اپنا نکاح خود کر سکتا ہے۔ محمڈن لاء سیکشن 240 کی ذیلی مشق۔(1)

اور(3) کے الفاظ یوں ہیں:

1. Every Muslim of sound mind, who has attained puberty, may enter into a contract of marriage.

3. A marriage of a Muslim who is of sound mind and has attained puberty, is void, if it is brought about without his consent. [72]

1۔ ہر صحیح الدماغ مسلمان مرد وعورت) جو سن بلوغت کو پہنچ چکا ہو، خود نکاح کا معاہدہ کرنے کا مجاز ہے۔

3۔ ہر ایسے مسلمان کا نکاح جو صحیح الدماغ ہے اور سن بلوغت کو پہنچ چکا ہے، ناجائز ہے کہ اس کا نکاح اس کی رضامندی کے بغیر کیا جائے۔

اس سے درج ذیل امور ثابت ہوئے کہ: دو عقلمند بالغ مرد وعورت اپنا نکاح خود کرنے کا مجاز ہے۔ ہر ایسے مرد وعورت کا نکاح اس کی رضامندی کے بغیر کرنا ناجائز ہے۔

عدالتی فیصلہ جات:

ان مروجہ قوانین کی طرح عدالتی فیصلہ جات میں بھی عاقل بالغ مرد وعورت کے نکاح کو ولی کی اجازت کے بغیر جائز قرار دیا گیا ہے۔ چند ایک فیصلہ جات حسب ذیل ہیں:

1: موج علی بنام سید صفدر حسین شاہ کیس جسٹس سجاد احمد اور جسٹس وحید الدین احمد سپریم کورٹ میں پیش ہوا۔ مسز مسرت کے والد اس کیس کے مدعی تھے۔ انہوں نے ساہیوال میں اپنی بیٹی کے اغوا کی ایف۔ آئی۔ آر سید صفدر حسین شاہ کے خلاف درج کروائی۔ بعد ازاں بیلف کے ذریعے بچی برآمد کرواکر عدالت میں پیش کی گئی۔ بچی کے والد کا موقف تھا کہ وہ سولہ سال سے کم ہے جبکہ مدعا علیہ کا موقف تھا کہ لڑکی اٹھارہ سال کی ہے اور اس نے اپنی مرضی سے میرے ساتھ شادی کی ہے۔ عدالت نے فریقین کے دلائل سننے کے بعد یہ فیصلہ دیا کہ لڑکی بالغ ہو چکی تھی اور اس نے اپنی مرضی کے ساتھ سید صفدر حسین شاہ سے شادی کی۔ اس لیے اس کو اپنے خاوند کے ساتھ رہنے کی اجازت دی جاتی ہے۔ گویا عدالت نے والد کی درخواست کو مسترد کر دیا[73]۔

2: محمد امتیاز بنام حکومت کیس فیڈرل شریعت کورٹ میں جسٹس آفتاب حسین، جسٹس کریم اللہ درانی، جسٹس محمد صدیق، جسٹس ظہور الحق، جسٹس پیر کرم شاہ، جسٹس ملک غلام علی اور جسٹس محمد تقی عثمانی کی عدالت میں پیش ہوا۔ ایڈیشنل سیشن جج اٹک نے حدود آرڈیننس 1979ء کے مطابق محمد امتیاز کو سات سال قید بامشقت، تیس(30) کوڑے اور پانچ ہزار جرمانہ اور مسز محمد جان کو پانچ سال قید بامشقت، تیس کوڑے اور دو ہزار جرمانہ کیا۔ عدالت نے اس جوڑے کی طرف سے پیش کردہ نکاح نامہ کو اصل قرار دیا مگر ولی کی اجازت کے بغیر ہونے کے سبب نکاح کو ناجائز قرار دیا۔ محمد امتیاز نے عدالت کی طرف سے اس سزا کے خلاف فیڈرل شریعت کورٹ میں اپیل کی۔ فیڈرل شریعت کورٹ نے سیشن جج کے اس فیصلے کو غلط قرار دیا کہ ولی کے بغیر بالغ مرد وعورت کا نکاح جائز نہیں ہے۔ عدالت نے یہ بھی کہا کہ شک کا فائدہ ان کو دیا جانا چاہیے۔ یہ مسلمہ ضابطہ ہے کہ شک کی بنا پر مجرم کو حد کے طور پر سزا نہیں کی جاتی۔ یہ ضابطہ تعزیر میں بھی جاری کیا جا سکتا ہے۔ عدالت نے اس اپیل کو منظور کرتے ہوئے مجرموں کو رہا کرنے کا حکم دیا۔[74]

3: محمد رمضان بنام حکومت کیس فیڈرل شریعت کورٹ میں جسٹس آفتاب حسین، جسٹس بی جی این قاضی، جسٹس چوہدری محمد

صدیق، جسٹس ملک غلام علی، جسٹس عبد القدوس قاسمی اور جسٹس سید شجاعت علی قادری کی عدالت میں پیش ہوا۔اس کیس میں ملزمان کے دو متضاد بیانات ہیں۔پہلے بیان میں اقرار جرم ہے اور نکاح کا کوئی ذکر نہیں ہے جبکہ دوسرے بیان میں رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے کا ذکر ہے عدالت اس نتیجہ پر پہنچی کہ اگر مرد وعورت ملوث پائے جائیں تو ان کے تصادق سے نکاح ثابت ہو سکتا ہے اور اس میں گواہوں کی ضرورت نہیں ہے بشرطیکہ اس تصادق کے خلاف کوئی قرینہ نہ ہو۔مولانا عبد القدوس قاسمی نے درج ذیل وجوہ کی بنا پر اس فیصلے سے اختلاف کیا:

یہ اصول شریعت سے مسلمہ اصولوں کے خلاف ہے کہ نکاح کیلئے گواہوں کا ہونا ضروری ہے[75]۔یہ اصول کسی متن میں نہیں ہے بلکہ ایک ضمنی مسئلہ سے بطور نتیجہ اخذ کیا گیا ہے۔اگر اس اصول کو مان لیا جائے تو کوئی مجرم زنا گرفتار ہونے کے بعد اس اصول کی آڑ لے کر جرم کی سزا سے بچ سکتا ہے۔اگر حد ہٹانے کے لیے یہ اصول کبھی تسلیم بھی کیا گیا ہو تو اسے محدود ہی رہنا چاہیے۔تعزیر کے کیسوں میں اصول تبھی تسلیم کیا جائے جب نکاح کسی اور بنیاد پر ثابت ہو سکے۔اس وقت جو سزائیں دی جارہی ہیں وہ تعزیر سے متعلق ہیں۔تعزیر کو شک کی بنیاد پر تو ہٹایا جاسکتا ہے مگر جہاں ظن غالب ہو وہاں ہٹایا نہیں جاسکتا۔اس اختلافی نوٹ کے علاوہ تمام ججز نے تصادق زوجین کو نکاح کے ثبوت کے لیے کافی قرار دیا اور ملزموں کو سزا سے بری الذمہ قرار دیا۔[76]

4: حافظ عبد الوحید بنام مسز عاصمہ جہانگیر کیس سپریم کورٹ آف پاکستان میں جسٹس میاں محمد اجمل، جسٹس سردار محمد رضا خاں اور جسٹس کرامت نذیر بھنڈاری کی عدالت میں پیش ہوا۔اس کیس میں صائمہ وحید ایک مسلمان لڑکی تھی اور گورنمنٹ لاہور کالج برائے خواتین سے گریجوایٹ تھی۔اس نے اپنی مرضی سے ارشاد احمد سے شادی کر لی۔اس میں درخواست گذار (باپ) کی رائے شامل نہ تھی۔اس کے والد کے مطابق یہ خفیہ شادی تھی۔بعد ازاں یہ لڑکا اپنی بہن کے ہمراہ صائمہ کو میرے گھر سے لے گئے اور اسے "دستک" میں پناہ دی۔ لاہور ہائی کورٹ نے دو ایک کی اکثریت سے ولی کی اجازت کے بغیر اس شادی کو جائز (Valid) قرار دیا۔بعد ازاں جب درخواست گذار نے لاہور ہائی کورٹ کے فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل کی تو سپریم کورٹ نے بھی اس نکاح کو جائز قرار دیا۔سپریم کورٹ نے وفاقی شرعی عدالت کے درج ذیل موقف کے مطابق فیصلہ دیا:

Consent of wali is not required and a Sui Juris Muslim female can enter into valid Nikah/ marriage of her own free will[77].

ترجمہ: ولی کی رائے مطلوب نہیں ہے اور ایک بالغ مسلمان لڑکی اپنی آزادانہ مرضی سے جائز نکاح کر سکتی ہے۔

سپریم کورٹ آف پاکستان نے لڑکی کے والد کی اپیل کو مسترد کر دیا ان عدالتی فیصلہ جات سے درج ذیل امور ثابت ہوئے:

بالغہ عورت کا نکاح ولی کی اجازت کے بغیر جائز ہے۔اس کا نکاح گواہوں کے بغیر صرف میاں بیوی کے باہمی تصدیق سے ثابت ہو جاتا ہے۔میاں بیوی کی اس باہمی تصدیق کے بعد شبہ کی بنا پر ان کے سابقہ جرم کی سزا سے بھی بری الذمہ قرار دیا گیا ہے۔پولیس اور دیگر ایجنسیوں کو اس طرح نکاح کرنے والے جوڑوں کی ازدواجی زندگی میں مداخلت کرنے سے باز رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔

نتائج بحث: اس مضمون میں فقہی مذاہب اور موجودہ قوانین کے تقابلی جائزے سے درج ذیل امور ثابت ہوئے:

اسلامی فقہ میں نکاح کے باب میں ولی کے کردار کے حوالے سے مختلف نظریات کا ذکر ہوا۔ائمہ ثلاثہ کا موقف یہ ہے کہ بالغہ ولی

کے بغیر نکاح نہیں کر سکتی ہے۔امام ابو حنیفہ کے نزدیک بالغہ اپنا نکاح خود کر سکتی ہے بشر طیکہ وہ کفو میں نکاح کرے۔ غیر کفو میں نکاح کرنے کی صورت میں ولی بذریعہ عدالت اس نکاح کو تنسیخ کر سکتا ہے جبکہ امام محمد، امام ابن حزم اور امام ابویوسف کے ایک قول کے مطابق نکاح کی تکمیل کیلئے بالغہ اور ولی کی اجازت دونوں ضروری ہیں۔ آخری موقف بڑا متوازن ہے۔ہمارے موجودہ قوانین میں اس کو اپنانے کی ضرورت ہے۔

محمڈن لاء میں بالغہ کو خود نکاح کرنے کی اجازت امام ابو حنیفہ کے موقف کے مطابق ہے۔ مگر موجودہ قوانین میں امام ابو حنیفہ کا مکمل موقف نافذ نہیں ہے کہ اس میں غیر کفو میں نکاح کی صورت میں ولی کے تنسیخ نکاح کے حق کا عدالتی فیصلہ جات میں اعتبار نہیں کیا گیا۔

عدالتی فیصلہ جات میں بالغہ کو خود نکاح کرنے کا حق دیا گیا ہے مگر ان فیصلہ جات میں گواہی کے بغیر بھی ان کے نکاح کو جائز قرار دینا درست نہیں کیونکہ یہ بات احادیث، مذاہب اربعہ اور محمڈن لاء کے بھی خلاف ہے اور اس سے بڑھ کر یہ بات درست نہیں ہے کہ فیصلہ جات کے مطابق اگر مرد وعورت باہم ملوث پائے جائیں اور بعد میں وہ اس کا اقرار کریں کہ ہم میاں بیوی ہیں۔ تو ان کی باہمی تصدیق سے ان کا نکاح ثابت ہو جاتا ہے اور ان کو حد کی سزا کے ساتھ ساتھ تعزیر کے طور پر بھی سزا سے بری الذمہ قرار دیا گیا ہے۔اس طرح کے فیصلہ جات سے زنا اور نکاح کے مابین فرق کرنا مشکل ہو گیا ہے بلکہ زنا کے مرتکب افراد کیلئے سزا سے بچنے کیلئے بڑا آسان طریقہ بن گیا ہے کہ وہ میاں بیوی ہونے کا اقرار کر لیں۔ نکاح سے پہلے زنا ثابت ہو تو حد کے طور پر سزا دی جائے اور اگر کوئی شبہ پایا جائے تو سخت تعزیری سزا دی جائے تا کہ اس برائی کا خاتمہ ہو سکے۔

مختصر یہ کہ عدالتی فیصلہ جات محمڈن لاء میں مذکورہ گواہوں کی شرط کے مطابق ہونے چاہییں اور اس کے بغیر نکاح کو ناجائز قرار دیا جائے۔ محمڈن لاء میں ترمیم کرتے ہوئے بالغہ عورت کے نکاح کے جواز کیلئے اس کی اپنی مرضی کے ساتھ ساتھ ولی کی رضامندی بھی ضروری قرار دی جائے تا کہ ولی کے کردار کو شامل کر کے بالغہ کے نکاح کے باب میں افراط و تفریط کا خاتمہ ممکن ہو۔

حوالہ جات

---

[1] الانفال8: 72

[2] الکھف18: 44

[3] بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، قدیمی، کراچی، کتاب التفسیر، باب قولہ وکان الانسان اکثرشیء جدلا، ج2، ص687

[4] ایضاً، ج2، ص643

[5] راغب اصفہانی، ابو القاسم حسین بن محمد المفردات فی غریب القرآن، دارالمعرفۃ، بیروت، لبنان، ص 533

[6] سیّد شریف جرجانی، کتاب التعریفات، انتشارات ناصر خسرو، طھران، ایران، ص112

[7] وھبہ زحیلی، ڈاکٹر، الفقہ الاسلامی وادلتہ، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، ج10، ص7327

[8] Black, Henry Camphell, Law Dictionary, st, Paul Minn west publishing co, U.S.A./707

[9] ابن نجیم، الاشباہ والنظائر، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی، کراچی، ص80 ; سیوطی، الاشباہ والنظائر، مکتبہ البابی الحلبی، مصر، ص104

[10] وھبہ زحیلی، ڈاکٹر، الفقہ الاسلامی وادلتہ، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، ج10، ص7327

[11]ابن ہمام، کمال الدین محمد بن عبدالواحد، فتح القدیر، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، ج3، ص161؛ ملا علی قاری، علی بن محمد سلطان، مرقاۃ المفاتیح، مکتبہ امدادیہ، ملتان، ج6، ص203۔

[12]ثیبہ ایسی عورت کو کہتے ہیں جس کا پردہ بکارت زائل ہو چکا ہو۔ یہ چیز ثیوبت کو ختم کرتی ہے۔ اس میں اختلاف ہے۔ امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک نکاح صحیح، شبہ نکاح یا مسلک کے سبب ثیوبت ثابت ہو گی، زنا اور غصب کے ذریعے ثیوبت حاصل نہ ہو گی۔ امام شافعی کے نزدیک ہر قسم کی ثیوبت اجبار کو ختم کر دیتی ہے، جیسے اچھلنے یا طویل مدت کے سبب بکارت ختم ہو جائے تو وہ عورت ثیبہ شمار ہو گی۔ اس اختلاف کا سبب یہ ہے کہ امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ ثیوبت شرعیہ جبکہ امام شافعیؒ ثیوبت لغویہ مراد لیتے ہیں (ابن رشد، بدایۃ المجتہد، ج2، ص5؛ نووی، شرح مسلم، ج1، ص455)

[13]جنون ایسی آفت کو کہتے ہیں جو دماغ میں اس طرح اتر جاتی ہے کہ وہ اس کے جسمانی اعضاء کو کمزور کئے بغیر آدمی کو ایسے افعال پر ابھارے جو عقل کے خلاف ہوں اور سید شریف جرجانی کے نزدیک مجنون ایسے آدمی کو کہتے ہیں جسکا کلام اور افعال درست نہ ہوں (ملا جیون، نور الانوار /288؛ سید شریف جرجانی، التعریفات /89)

[14]کفو برابر یا اور مماثلت کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے سو معاشرتی اعتبار سے خاوند کا بیوی کے ہم پلہ ہونا (لسان العرب، 1/139؛ کنز الدقائق، ص100)

[15]کسی خاندان کی ایک طرح کی صفات کی حامل خواتین کے مقرر کردہ حق مہر کا اوسط مہر مثل کہلاتا ہے (مرغینانی، الھدایۃ، ج1، ص333)

[16]نسفی، عمر بن محمد، کنز الدقائق، ایچ۔ ایم سعید، کراچی، ص100؛ ابن عابدین، محمد امین بن عمر شامی، رد المحتار، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ

[17]وھبہ زحیلی، الفقہ الاسلامی، ج9، ص6693

[18]بلوغت کی عمر امام شافعیؒ، امام احمد صاحبین کے نزدیک مرد و عورت کیلئے 15 سال اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک عورت کیلئے 17 سال اور مرد کیلئے 18 سال ہے۔ بلوغت کی مشترکہ علامات احتلام ہونا، زیر ناف اور بغل کے بالوں کا اگنا، مردوں کیلئے مخصوص علامات داڑھی اور مونچھیں آنا جبکہ خواتین کیلئے حیض آنا اور حاملہ ہونا ہے (سیوطی، الاشباہ والنظائر، ص219؛ رازی، فخر الدین، مفاتیح الغیب، مکتبہ العلوم الاسلامیہ، ایران، ج9، ص88)

[19]کاسانی، ابوبکر بن مسعود، بدائع الصنائع، مکتبہ رشیدیہ، ملتان، ج6، ص513

[20]ابن رشد حفید، محمد بن احمد، بدایۃ المجتہد، فاران اکیڈمی، لاہور، ج2، ص7

[21]کاسانی، بدائع الصنائع، ج2، ص504

[22]ایضاً

[23]شافعی، محمد بن ادریس، الام، دار احیاء التراث العرب، بیروت، لبنان، 1422ھ، ج6، ص83؛ ابن قدامہ، عبداللہ بن احمد، المغنی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ج6، ص343

[24]کاسانی، بدائع الصنائع، ج2، ص513

[25]مرغینانی، علی بن ابی بکر، الھدایۃ، مکتبہ شرکۃ علمیہ، ملتان، ج1، ص314؛ کاسانی، بدائع الصنائع، ج2، ص505

[26]البقرۃ2: 220؛ 32؛34

[27]ابوداؤد، السنن، کتاب النکاح، باب فی الثیب، ج1، ص293؛ نسائی، السنن، کتاب النکاح، باب استیئذان البکر فی نفسھا، ج2، ص77

[28]الھدایۃ، ج1، ص313-314

[29]قدوری، احمد بن محمد، المختصر، مکتبہ امداد، ملتان، ص136

[30]کاسانی، بدائع الصنائع، ج2، ص513

[31]- ایضاً، ج2، ص504

[32]ایضاً، ج2، ص513

[33]عابدین، محمدا مین بن عمر شامی، رد المحتار، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، ج4، ص149

[34]دارقطنی علی بن عمر، السنن، کتاب النکاح دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، ج3، ص237

[35]شیبانی، محمدبن حسن، کتاب الاثار، ادارة القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی، ج1، ص85؛ طحاوی، احمدبن محمد، شرح معانی الاثار، مکتبہ امدادیہ، ملتان، ج2، ص10؛ جصاص، احمدبن علی، احکام القرآن، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ج1، ص546؛ سرخسی، محمدبن احمد، المبسوط، دار المعرفة، بیروت، ج5، ص25؛ مرغینانی، الهدایة، ج1، ص320؛ کاسانی، بدائع الصنائع، ج2، ص624

[36]شیبانی، کتاب الآثار، ص85

[37]السرخسی، المبسوط، ج5، ص26

[38]قدوری، المختصر، ص137

[39]کاسانی، بدائع الصنائع، ج2، ص631

[40]شافعی، الام، ج6، ص83؛ شیرازی، ابو اسحق ابراہیم بن علی، المهذب، دار القلم، دمشق، ج4، ص125؛ نووی، یحیی بن شرف، روضة الطالبین، دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان، ج5، ص401؛ نووی، المنهاج، دار احیاء التراث، بیروت، ج3، ص149

[41]المهذب، ج4، ص125

[42]المهذب، ج4، ص126 ؛ المنهاج، ج3، ص149

[43]المهذب، ج4، ص126

[44]الام، 6/83؛ المهذب، ج4، ص125؛ روضة الطالبین، ج5، ص401؛ المنهاج، ج3، ص149؛ کتاب المجموع، مکتبة الارشاد، جده، ج1، ص265

[45]الام، ج6، ص83

[46]المهذب، ج4، ص129

[47]الام، ج6، ص211

[48]المغنی، ج6، ص342

[49]المغنی، ج6، ص341

[50]ایضاً

[51]ایضاً

[52]ایضاً

[53]ایضاً، ج6، ص343

[54]ایضاً

[55]ایضاً

[56]ایضاً،ج6،ص348

[57]ایضاً،ج6،ص337

[58]سحنون، عبدالسلام بن حبیب تنوخی، المدونة الکبری، دار الفکر، بیروت، لبنان،1419ھ،ج3،ص1246

[59]ابن رشد، بدایة المجتهد،ج2،ص4

[60]ایضاً،ج2،ص5

[61]ایضاً،ج2،ص12

[62]ایضاً،ج2،ص12-13

[63]الاستبصار، ابواب اولیاء العقد، دارالکتب الاسلامیہ، تہران، ایران، باب انه لا تزوج البکر الا باذن ولیها،1390ھ،ج3،ص236

[64]ایضاً

[65]ایضاً،باب ان الثیب احق نفسها، ج3،ص235

[66]ابن حزم، علی بن احمد، المحلی، دار احیاء التراث، العربی، بیروت، لبنان،ج11،ص20

[67]ایضاً

[68]ایضاً

[69]انور شاہ کشمیری، فیض الباری، مکتبہ حجازی، مصر،1357ھ،ج4،ص386

[70]فیض الباری، ج4،ص386

[71]ایضاً

[72]Mulla, Dinshah Fardungi,Muhammadan Law, Mansoor Book House, Lahore.P330

[73]1970, The supreme Court Monthly Review (S.C.M.R) Church Road, Lahore,P437

[74]1981,The All Pakistan Legal decisions (P.L.D.)F.S.C, 35- Nabha Road Lahore,P308

[75]حضرت ابن عباس نے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایابدکار خواتین وہ ہیں جو خود اپنا نکاح گواہوں کے بغیر کرتی ہیں۔امام ترمذیؒ نے متاخرین میں سے بعض اہل علم کے علاوہ صحابہ، تابعین اور دیگر اہل علم کا اس پر اتفاق ذکر کیا ہے(الجامع، ابواب النکاح،ج1،ص210)امام احمد بن حنبلؒ ایک اور حدیث کا ذکر یوں کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے پوشیدہ نکاح (نکاح السر) سے منع فرمایا(مسند، ج4،ص78) گواہوں کے بغیر نکاح خفیہ نکاح شمار ہوتا ہے۔ مذاہب اربعہ کے مطابق گواہی نکاح کے شروط میں سے ہے۔امام سرخسیؒ، امام شافعیؒ، امام شیرازیؒ، امام نوویؒ، امام ابن قدامہؒ اورامام ابن رشدؒ نے اس کی صراحت کی ہے(المبسوط،ج5، ص30؛ الام،ج6،ص87؛المهذب،ج4،ص136؛کتاب المجموع،ج17،ص297؛المغنی ،ج6،ص513؛بدایة المجتهد،ج2،ص13)؛اس طرح محمڈن کے سیکشن 241 کے مطابق بھی نکاح کے جواز کیلئے دو عاقل بالغ مسلمان مرد اور ایک مرد اور دو عورتوں کی موجودگی لازمی ہے(Muhammadan Law/331) اس سے معلوم ہوا کہ اسلامی اور مروجہ قانون کے مطابق نکاح کیلئے گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔

[76] 1984,P.L.D., F.S.C., P:93

[77]2004, P.L.D., S.C., P:219